Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 02, July-September 2024, **PP**: 57-66
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

مقاصدِ تعلیم کا تعین: فکرِ اسلامی کا اختصاصی مطالعہ

Defining Educational Objectives: An In-Depth Study of Islamic Thought

1. Dr. Mufti Muhammad Ahmad m.ahmad.pk1@gmail.com	*Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad Campus.*
2. Dr. Mahmood Ahmad mahmood.ahmad@gcuf.edu.pk	*Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad.*

How to Cite: Dr. Mufti Muhamad Ahmad and Dr. Mahmood Ahmad. 2024: "Defining Educational Objectives: An In-Depth Study of Islamic Thought". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (02): 57-66.

Article History: **Received**: 30-07-2024 | **Accepted**: 25-08-2024 | **Published**: 13-09-2024

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

مقاصدِ تعلیم کا تعین: فکرِ اسلامی کا اختصاصی مطالعہ

Defining Educational Objectives: An In-Depth Study of Islamic Thought

1. **Dr. Mufti Muhammad Ahmad**
   Assistant Professor,
   Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad Campus.
   m.ahmad.pk1@gmail.com

2. **Dr. Mahmood Ahmad**
   Assistant Professor,
   Department of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad.
   mahmood.ahmad@gcuf.edu.pk

Abstract

Determining the objectives plays an important role in the formation of the administrative structure. The Islamic *Shari'ah* revealed the detailed rules of life, it also made a complete arrangement for the environment and mental requirements to adhere to these rules. The educational system and objectives of education must be prepaired as per *Qur'ānic* context. In contrast, the people of the West implemented the education system directly proportional to it to strengthen their administrative structure (political, socio-economic). Therefore, education in Muslim societies, the main reason for failure is that the foundations of the education system are not as per *Qur'ānic* teachings. The Islam presents a permanent social, political and economic system. Similarly, the courage to follow these systems of life is proportional the mindset was required for its production, the *Qur'ānic* education system also describes the objectives and fundamentals separately, which was presented in this research paper.

Keywords: *Shari'ah, Education, Objectives, Qur'ānic Teachings, Society.*

تمہید

جس طرح بیج کا اثر درخت کی ہر شاخ، پتے، تنے، پھل اور پھول میں ہوتا ہے بالکل اسی طرح کسی بھی بنیاد کا اثر اس کے تمام ڈھانچے پر منتج ہوتا ہے۔ بقول شاعر:

خشتِ اول چوں نہد معمار کج۔

تا ثریا می رود دیوار کج۔

جس دیوار کی پہلی اینٹ ہی غلط رکھ دی جائے تو جتنی بھی بلند ہو جائے وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ بالکل اسی طرح نظامِ تعلیم کے مقاصد اور بنیادیں اگر قران و سنت کی روشنی میں مقرر نہ کیے جائیں تو تمام تر تعلیمی و تدریسی انتظام کے باوجود بھی تعلیم انسانیت کی اصلاح اور فلاح کا ذریعہ نہیں بن پائے گی۔ اس لیے ابدی ہدایت نامے کی روشنی میں نظامِ تعلیم کی بنیادوں کو واضح کیا گیا ہے تا کہ مسلم معاشرے اپنے نظامِ تعلیم کے لیے تمام تعلیمی ڈھانچہ اور تدریسی امور کو اس کے ہم آہنگ ترتیب دیں۔

اسلامی نظامِ تعلیم: تعارف و مبادیات

اسلام ایک مکمل نظامِ زندگی اور دستورِ حیات (Code of Life) ہے۔ یہ ایک دین ہے جو مکمل طریقہ زندگی کے طور پر

ہی نازل ہوا ہے اس لئے احکامِ الٰہی کے ساتھ معلمِ اعظم کو بھی بھیجا گیا جنہوں نے ان احکام کی تکمیلی شکل کو واضح کیا۔ ان احکام کی عملی صورت کو نہایت شفاف انداز میں پیش کیا تا کہ عمل کرنے والوں کے لئے کوئی ابہام باقی نہ رہے۔ یہ دین تمام دیگر ادیان اور نظام ہائے زندگی پر غالب آنے کی اپنے اندر قوت رکھتا ہے۔ اس بات کو قرآن نے بغیر کسی ابہام کے بیان کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا۔[1]

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب ادیان پر غالب کر دے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

یہ ناممکن ہے کہ شریعت اسلامیہ میں زندگی کے تمام احکام تو تفصیل سے بیان کیے گئے ہوں مگر دینِ اسلام کو معاشرہ میں نافذ کرنے کے لیے جو مناسب ذہنیت درکار ہے اس ذہن سازی کو رائج کرنے کے لئے کوئی مناسب انتظام و انصرام نہ کیا گیا ہو۔ کوئی بھی نظامِ حیات عملاً اس وقت تک عوامی سطح پر رائج نہیں ہو سکتا ہے جب تک قوم کی ذہنی ہم آہنگی اس نظامِ حیات سے نہ پائی جائے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ نظام کوئی بھی ہو خواہ کفر کا ہو یا اسلام کا، معاشرے میں تب ہی چل پاتا ہے جب عوام کی ذہنی وابستگی پائی جاتی ہو لہٰذا اسلام اپنے عادلانہ نظام کو احسن انداز میں نہایت وضاحت اور مضبوط و مستحکم دلائل سے بیان کرتا ہے۔ تمام کتب فقہیہ[2]، کتب صحیحہ[3] اور کتب سنن[4] اس بات کی واضح دلیل ہیں۔ ان دینی احکام اور امور سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ان احکام و مسائل کے متحمل ہونے کے لئے ایک خاص طبیعت درکار ہوتی ہے۔ اس طبیعت اور ذہنیت کو پیدا کرنے کے لئے بھی مناسب انتظام و انصرام ضروری ہے۔ اسلام نے اس بات کا باقاعدہ اہتمام کیا ہے۔ افراد کی ذہن سازی کے لئے طریقہ کار اور اصول صرف بیان نہیں بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان پر عمل کر کے صحابہ کی تربیت کی اور اسی تربیت سے سیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے مختلف براعظموں میں اسلام کی نشر و اشاعت میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے نبی پاک ﷺ کو کثیر صفاتِ حمیدہ کا مالک بنایا گیا لیکن آپ ﷺ نے ان تمام صفات میں سے نمایاں اور انتہائی اہم صفت معلم ہونا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے جملہ فرامین و عادات کو معلم کی حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو گی کہ اسلام بھی تعلیم و تدریس کا خاص منہج اور اسلوب مقرر کرتا ہے تا کہ اس طریقہ تعلیم اور منہجِ تدریس سے اسلامی احکام کے مطابق ایک راست اور مستحکم ذہنیت پیدا ہو جو اسلام کو محض انفرادی معاملہ کی بجائے بطور دین کے قبول کرے، انسان زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی احکام کو ایک عادلانہ نظام کے طور پر قبول کرے اور زندگی کے تمام شعبہ جات اسلام کے عادلانہ نظام کا عملی عکس پیش کر رہے ہوں۔

منہجِ تدریس کا بنیادی تصور

شریعتِ محمدی ﷺ میں منہجِ تعلیم اور انداز تدریس کے اصول طے ہیں اور ان کا التزام شروع سے ہی کیا گیا۔ مثلاً ابتدائی وحی میں ہی حصول علم کا طریقہ کار واضح کر دیا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ۔[5]

آپ پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

پڑھنے کا حکم بہت سی چیزوں کے بارے میں تھا۔ لہٰذا تعددِ اشیاء کی وجہ سے اقرا کا مفعول محذوف ہے۔ جس پر پڑھے جانے کا عمل واقع ہونا تھا وہ اشیاء بہت زیادہ ہونے کی بنا پر اس بات کو یہاں پر ختم کر دیا گیا کہ کس چیز کو پڑھیں؟ کیا پڑھیں؟ بلکہ آگے پڑھنے

کا طریقہ ارشاد فرمایا گیا کہ اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیے۔ آگے فرمایا گیا جو بھی پڑھنا ہے اس تناظر سے پڑھا جائے "الذی خلق" جس نے پیدا کیا۔ سوال یہ ہے کہ اللہ نے کس کس شے کو پیدا کیا؟ اے انسان تو جس چیز کو بھی جانتا ہے جس کے بارے میں بھی علم حاصل کرنا چاہتا ہے اور جو چیز بھی تمہارے مشاہدے، تمہاری تحقیق اور تمہارے خیال میں آئے یہ بات دل و ذہن میں نقش ہونی چاہیے کہ ان اشیاء کو پیدا کرنے والا اللہ ہے اور وہ ہی ان اشیاء کا خالق ہے۔ قرآن ہر صاحبِ ایمان سے تقاضا کرتا ہے کہ الذی خلق کے تناظر میں چیزوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔

یہ واضح رہے کہ ہر انسان خدا کی بندگی اپنے علم اور معلومات کی بقدر نہیں کرتا بلکہ معرفت الٰہی اور ایمان کی بقدر کرتا ہے۔ اس لیے قرآن کا اولین حکم تناظرِ تعلیم اور منہج تدریس کے بارے میں نازل ہوا۔ اسلامی معاشرے کی تشکیل سازی کے لیے ضروری ہے کہ علم التعلیم اور مناہج تدریس کو انہی خطوط پر استوار کیا جائے کیونکہ ایسا کرنے سے اسلامی احکام کے راست متناسب ذہنیت پیدا ہوتی ہے جو افراد کو اسلامی نظام قبول کرنے کے لئے آمادہ کرتی ہے۔

مقاصدِ تعلیم کا تعین: قرآن وسنت کے تناظر میں

عہدِ حاضر میں تعلیمی نظام کی کئی اقسام اور مختلف جہات ہیں۔ ان کی اصلاح یا ترمیم کے لیے عملی اقدام ایک طویل اور مشکل کام ہے۔ اس طرح ہر مضمون کے لئے صحیح جہت کا تعین مشکل اور طویل جدوجہد کا متقاضی ہے بہر حال مقاصد تعلیم کے تعین کے بغیر تعلیمی جہات اور مناہج کا تعین مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ قرآن وسنت میں مقاصد تعلیم کی رہنمائی متعدد آیات سے پتہ چلتی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ہدایت، علم اور ایمان کے لئے لفظ نور استعمال کیا ہے۔ اسی طرح صاحبِ کتاب (محمد ﷺ) اور کتاب اللہ کے لیے بھی لفظ نور بولا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

- قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ۔[6]

  تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آگئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب۔

- قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا۔[7]

  تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس روشن دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔

- وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔[8]

  اور اُس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ان آیات کی توضیح میں مرقوم ہے کہ نور کی اتباع سے مراد قرآن اور وحی ہے جس کی تبلیغ کے لیے آپ ﷺ کی بعثت عمل میں لائی گئی اور اس نور کے متبعین ہی دنیا اور آخرت میں فلاح پانے والے ہوں گے۔[9] اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کتاب کے لئے اور صاحب کتاب کے لئے نور کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا۔ [10]

لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل روشن آگئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔

صاحب اوضح التفاسیر اس آیت کی تفسیر نقل فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

{قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ} هو الرسول عليه الصلاة والسلام؛ لأنه يحمل برهان صدقه، وبرهان وجوده تعالى {وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُوراً مُّبِيناً} هو القرآن الكريم؛ وأنعم به من نور لأنه يهدي إلى الحق، وينجي من الضلال۔[11]

برہان سے مراد رسول ﷺ ہیں کیونکہ وہ اللہ کے وجود اور صدق پر دلیل ہیں۔ نازل کردہ نور سے مراد قرآن کریم ہے اور وہ کیا ہی خوب نور ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا اور گمراہی سے نجات دیتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی اپنی تفسیر میں نور سے مراد قرآن لیا ہے کیونکہ اس کے ذریعے حق منکشف ہوتا ہے جیسا کہ مادی نور اور روشنی سے اشیاء منکشف ہوتی ہیں۔[12] صاحب تفسیر کبیر آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَوْلَهُ فِي آخِرِالْآيَةِ:يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشاءُيَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَبِالنُّورِالْهِدَايَةُإِلَى الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ۔[13]

آیت کے آخر میں فرمان کہ وہ اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سے مراد ہدایتِ علم و عمل ہے۔

تفسیر جلالین میں اس علم کی مزید وضاحت وحی سے کی گئی ہے۔[14] یعنی اس سے مراد وحی ہے۔ اگر اس اصول "تعرف الاشیاء باضدادھا" یعنی اشیاء کی معرفت ان کی اضداد سے حاصل ہوتی ہے کے ذریعے سے پرکھیں تو بات اور واضح ہو جائے گی بایں طور کہ نور کی ضد ظلمت ہے۔ ظلمت یا ظلم کا لفظ اندھیرے، فسق، گناہ، کفر اور بے راہ روی کے لئے قرآن نے استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر کفار کو ظالم کہا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔[15]

اور کافر ہی ظالم ہیں۔

اسی طرح اندھیرے، جہالت اور بے راہ روی کے لئے ظلم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اللہ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِإِلَى الظُّلُمَاتِ۔[16]

جو لوگ ایمان لائے ہیں خدا ان کا دوست ہے جو ان کو اُن کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں جو ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت، رہنمائی، روشنی اور شریعت (قرآن و سنت) کے لئے نور کا لفظ استعمال کیا ہے اور ان کے اضداد کے لئے ظلمات کا لفظ استعمال کیا ہے جو ظلم کی جمع اور کفر، فسق اور جہالت کے لئے استعمال ہوا ہے۔

امتِ مسلمہ کی سابقہ علمی کاوشوں پر نظر دوڑائیں تو امت مسلمہ کے جید علما، علم و تحقیق کے سفر میں انہی مقاصد کا دفاع کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام حصول علم کو عبادت کا درجہ دیتا ہے اور قرآن کی پہلی وحی علم کے تناظر کو صحیح سمت عطا کرتی ہے۔ صحیح تناظر میں حاصل کیے ہوئے علم کا نتیجہ معرفتِ الٰہی ہی نکلتا ہے۔ ہر انسان اللہ کی معرفت کے بقدر ہی اللہ کی بندگی اور اطاعت کر سکتا ہے۔ اسی بات کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ۔[17]

کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

اس لیے قرآن نے حصول علم کو عبادت کا درجہ دیا اور انسانوں میں سے سب سے بڑھ کر عبادت اور فرمانبرداری کرنے والی جماعت یعنی انبیاء کو معلمین بنایا۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ۔ [18]

مجھے اللہ نے معلم بنا کر بھیجا ہے۔

علم سے معرفت اور معرفت سے بندگی واطاعت یعنی شریعت پر عمل کی آمادگی حاصل ہوتی ہے اس لئے مسلم معاشروں میں حصولِ علم کو ہمیشہ سے عبادت کا درجہ حاصل رہا ہے۔ مسلم معاشروں میں کبھی بھی اسے فروخت نہیں کیا جاتا تھا۔ ان مماثل امور اور دلائل کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ علم کے مقاصد شریعتِ مطہرہ کے طے کیے ہوئے ہیں جنہیں اصطلاح میں مقاصدِ شریعت کہا جاتا ہے۔ یہ مقاصدِ شریعت کون کون سے ہیں؟ ان کے بارے تفصیلی آگاہی کے لئے علامہ شاطبیؒ کا کام شاندار ہے۔ امام شاطبی اور دیگر علماء جنہوں نے مقاصد شریعت پر کام کیا جب تمام شریعت مطہرہ کا جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ تمام علومِ نبوت یعنی تمام تشریعی احکام کا مقصد امور خمسہ یعنی دین، جان، مال، عقل اور نسل کا تحفظ کرنا ہے۔ گویا شریعت مطہرہ کے احکام پر عمل کرنے سے تحفظِ دین، تحفظِ جان، تحفظِ مال، تحفظِ عقل اور تحفظِ نسل حاصل ہوتا ہے۔ امام شاطبی رقم طراز ہیں:

أن مصالح الدين مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْمحافظة علَى الأمور الْخمسةِ الْمذكورة فيما تقدم، فإذا اعتبر قيام هذا الوجود الدنيوي مبنيا عليْهَا، حتى إذا انخرمت لم يبقَ للدنيا وجود أعني: ما هو خاص بالْمكلفِينَ والتّكْلِيف، وكذلك الْأمور الأُخْروية لا قيام لها إلّا بذلك۔فلو عدم الدين عدم ترتّب الجزاء الْمرتجى، ولو عدم المكلّف لعدم من يتدين،ولو عدم العقل لارْتفع التديّن، ولو عدم النسل لم يكن في الْعادة بقاء، ولو عدم المالُ لَمْ يبقَ عيشٌ۔ [19]

دین کی مصلحتیں ان پانچ امور کی حفاظت پر مبنی ہیں جو پہلے ذکر کیے جا چکے ہیں۔ جب اس دنیا کے بقا کو ان پر منحصر سمجھا جائے تو اگر یہ امور منہدم ہو جائیں تو دنیا کا وجود باقی نہیں رہتا۔ اس سے مراد وہ امور ہیں جو خاص مکلفین اور تکلیف (شرعی احکام کی پابندی) سے متعلق ہیں۔ اسی طرح آخرت کے امور بھی ان کے بغیر قائم نہیں رہ سکتے۔ اگر دین نہ ہو تو مطلوبہ جزا کا کوئی معنی نہ ہوگا اور اگر مکلف (یعنی انسان) نہ ہو تو کوئی عبادت کرنے والا نہ ہوگا اور اگر عقل نہ ہو تو عبادت کا کوئی تصور باقی نہ رہے گا۔ اگر نسل نہ ہو تو معمول کے مطابق انسانیت کا وجود برقرار نہ رہ سکے گا اور اگر مال نہ ہو تو زندگی کا کوئی سہارا باقی نہ رہے گا۔

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کی تعلیمات اور احادیث نبویہ کا محور تحفظ دین، تحفظ جان، تحفظ مال، تحفظ نسل اور تحفظ عقل کو قرار دیتے ہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ شریعت کے تمام احکام انسان کے انہی امور کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

كماقال الشاطبي في الموافقات ومجموع الضّروريات خَمْسَةوهي حفظ الدين والنفس و النسل والمال والعقل۔ [20]

جیسا کہ شاطبی نے الموافقات میں کہا کہ ضروری مقاصد کا مجموعہ پانچ چیزیں ہیں اور وہ دین، جان، نسل، مال اور عقل کا تحفظ ہے۔

اگر تعلیم کے مقاصد کو ان مقاصدِ شریعت سے منطبق کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ علم کے ذریعہ جان، مال اور نسل (عزت و ناموس) کے دفاع کی اہلیت پیدا کرنا اہم مقصد ہے۔ گویا تعلیم کے ذریعہ من حیث الفرد اور من حیث القوم انسان اس قابل ہو جائے کہ ان امور میں اپنا دفاع کر سکے۔ تعلیم کے ذریعہ ایک فرد میں یہ استعداد پیدا کرنا تعلیم کا مقصد ہے۔ امت کا سابقہ طرز عمل بھی یہ تھا کہ تمام مادی اور دینی علوم کی تعلیم ایک درسگاہ میں دی جاتی تھی اور ہدف ان مذکورہ مقاصد کا دفاع ہوتا تھا۔ معاصر تعلیمی نظام

کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ درج ذیل علوم ان اہداف کے تحفظ کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں:

- علم العقائد، فہم القرآن، احادیث و سیرت النبی ﷺ، تزکیہ نفس، عربی زبان و ادب کے ذریعہ تحفظِ دین۔
- جغرافیہ، فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، علم طب، جسمانی صحت، و عسکری تربیت کے ذریعہ تحفظِ جان۔
- علم معاشیات، اصول تجارت، علم ذراعت، صنعت و حرفت کے ذریعہ تحفظِ مال۔
- تاریخ، فلسفہ، قوموں کا عروج و زوال، حکایات، ریاضی، علم عمرانیات کے ذریعہ تحفظِ عقل۔
- جسمانی صحت، بیالوجی، علم التعلیم کے ذریعہ تحفظِ نسل۔

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں مقاصدِ تعلیم کو مقاصدِ شریعت کا بدل تو نہیں کہہ سکتے کیونکہ مقاصدِ شریعت کو پورا کرنے کے لیے دیگر امور بھی مدد و معاون ہوتے ہیں۔ تاہم یہ بات ضرور واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی ریاست میں نظامِ تعلیم کیسا ہونا چاہیے؟ اس کے مقاصد کیا ہونے چاہئیں؟ سو اس بابت نصوص نے وضاحت کر دی کہ مقاصدِ تعلیم وہی ہوں گے جو مقاصدِ شریعت کے لیے مددگار ہو سکیں۔ لہٰذا تمام تر تعلیمی کاوشوں کا دار و مدار اس بات پر ہو گا کہ اس تعلیم کے نتیجے میں انفرادی یا اجتماعی لحاظ سے تعلیم حاصل کرنے والے میں یہ صلاحیت پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے دین، جان، مال، عقل اور نسل کا تحفظ کر سکے۔ اس نہج پر تشکیل دیا گیا نظامِ تعلیم نہ صرف مقاصد شریعت کو پورا کرنے کا ایک وسیلہ اور مددگار بنے گا بلکہ شریعت کے نفاذ میں بھی اپنا بھرپور کردار ادا کر سکے گا۔

اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ نظامِ شریعت کے نفاذ کے لیے جو ذہنی ہم آہنگی درکار ہوتی ہے وہ ان مقاصدِ تعلیم کو متعین کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایسی بنیادوں پر قائم نظامِ تعلیم نفاذ شریعت کے لیے جزو لاینفک کا درجہ رکھتا ہے کیوں کہ ذہنی ہم آہنگی کے بغیر اگر اسلامی نظام دیگر ذرائع سے نافذ کر بھی دیا جائے تو ایک عرصہ بعد شدید بغاوت جنم لیتی ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔[21]

مجھے اللہ نے معلم بنا کر بھیجا ہے۔

اس حدیث میں مزاجِ نبوت کو خوب واضح کر دیا گیا کہ نبوی طرز حکومت کی بنیاد علم و آگہی، دانش مندی اور تعلیم و تعلم پر ہو گی اور اس کی تکمیل جہاد کے ذریعہ کی جائے گی۔ جس طرح بنیاد کے بغیر یا غیر پختہ بنیاد کے ساتھ عمارت زیادہ دیر کھڑی نہیں رہ سکتی اسی طرح نبوی طرز حکومت کی بنیاد کو پس پشت ڈال کر اسلامی نظام کے نفاذ کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیم کے منہج و اسلوب کو نصوص کی بنیاد پر کھڑا کیا جائے تاکہ عامۃ الناس کی ذہنی ہم آہنگی شریعت اسلامیہ کے ساتھ پیدا ہو اور معاشرے کے چند شر پسند عناصر کو جہاد کے ذریعے راہ راست پہ لایا جائے۔ بہر حال اسلامی ریاست کے لئے تبلیغ اور تعلیم بنیاد ہے اور جہاد سے اس کی تکمیل ہوتی ہے۔

اسلامی و معاصر نظامِ تعلیم کے مقاصد کا موازنہ

دنیا میں رائج معاصر نظامِ تعلیم کی بنیادیں ان نصوص کی روشنی میں بیان کی گئی بنیادوں سے یکسر مختلف ہیں۔ مغربی نظامِ تعلیم کی بنیادیں ایسی تشکیل دی گئی ہیں جو مغربی نظام حیات اور مغربی طرز حکومت کے لیے ذہنی ہم آہنگی پیدا کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر مغربی نظامِ تعلیم کی بنیادی درج ذیل ہیں:

- دینی و سماجی پابندیوں سے آزاد معاشرے کا قیام۔
- لبرل نظام حکومت کے لئے راست متناسب شخصیت۔

- ایسی ذہنیت کا احیا جو سائنٹفک طریقہ کار کو ہی دلیل جانے۔

معاصر دنیا کا نظامِ تعلیم اہداف کے اعتبار سے یکساں ہے۔ صرف حصول کے طریقہ کار مختلف ہیں

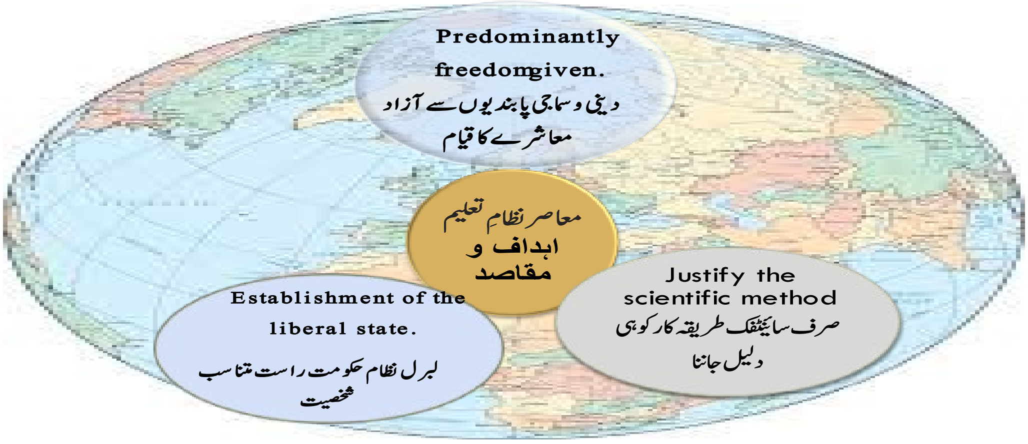

عصر حاضر میں درج بالا مقاصد کے ساتھ درس گاہوں میں تمام علوم کی تدریس کی جاتی ہے۔ تناظر کے تبدیل ہونے اور ان خاص مقاصد تعلیم کے متعین نہ ہونے کی وجہ سے یہ معلومات معرفتِ الٰہی کا باعث نہیں بنتیں۔ عصر حاضر میں انسان آج بھی ان تمام صلاحیتوں [22] کے حصول میں کوشاں ہے مگر مغربی فکر کے اثرات کی وجہ سے کہ ان سب صلاحیتوں کو خدا کی طرف سے امانت سمجھنے کی بجائے اپنا حق سمجھا جاتا ہے۔ یعنی مال، جان، عقل، اور نسل جو درحقیقت اللہ کی طرف سے عطا کی گئی امانت ہے انسان ان تمام چیزوں کو اپنا حق سمجھتا اور مرضی سے ان میں تصرف کو انسان کی عظمت اور آزادی خیال کیا جاتا ہے۔ سو بنیادی فرق واضح ہونا چاہیے کہ انسان کی جان، انسان کا حق ہے یا اس کے پاس اللہ کی امانت؟ انسان کا مال انسان کا حق ہے یا اللہ کی طرف سے دی گئی امانت؟ اسی طرح انسان کی تمام صلاحیتیں کیا انسان کا حق ہیں یا کہ اللہ کی طرف سے عطا کی گئی امانت جنہیں استعمال کرنے میں انسان خدائی راہنمائی کا پابند ہو؟ مسلم روایت میں ہمیشہ ان صلاحیتوں کو اللہ کی طرف سے دی گئی امانت سمجھا گیا ہے لہٰذا انسان ان صلاحیتوں کے استعمال میں الہامی راہنمائی سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اس بات کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تمام علوم وہ مادی ہوں یا سماجی کو اسلامی تناظر میں ہی حاصل کیا جائے گا اور ان کی نصاب سازی میں مقاصد شریعت کو مدنظر رکھا جائے گا۔ یوں علم برائے علم کی بجائے خاص خطوط پر نصاب سازی ہوگی جس سے فرد اور قوم میں یہ صلاحیت پیدا کرنا مقصود ہوگی کہ وہ طالب علم میں دین، جان، مال، عقل اور نسل کے تحفظ کی اہلیت پیدا کر دے اور وہ اپنی صلاحیتوں کو احکامِ الٰہی کی روشنی میں استعمال کرے۔ مقاصدِ علم اور مناہج تدریس کی ہم آہنگی کے بغیر تعلیمی نظام نہیں چل سکتا۔ نظامِ تعلیم کی اصلاح کے خوشنما نعرے کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتے جب تک کہ نظامِ تعلیم کی بنیادوں کو قرآن و سنت کی روشنی میں استوار نہ کیا جائے۔ [23]

علم کا محور اور مقصد محض تسخیر کائنات نہیں ہونا چاہیے بلکہ معرفتِ الٰہی بنیادی مقصد ہو بایں طور کہ اعمال میں صالحیت پیدا ہو جائے۔ تسخیرِ اشیاء کی حیثیت ثانوی ہو۔ عصر حاضر میں علم کا مقصد تسخیر کائنات بنا دیا گیا ہے حالانکہ تسخیر کی نسبت ہمیشہ اللہ جل

شانہٗ نے اپنی طرف کی ہے۔علم کا مقصد تحقیق کائنات ہو سکتا ہے تاکہ عارضی اور فانی اشیاء کی تحقیق، حقیقت اعلیٰ یعنی خدا کی شناخت تک لے جائے۔اس مقصد سے حاصل کیا گیا علم کبھی بھی قابلِ فروخت نہیں بن سکے گا۔بلکہ صاحب علم کی روحانی اور مادی بالیدگی میں ممد و معاون ہو کر دنیوی و اخروی فلاح کا موجب ہو گا۔

نتائج بحث

- اسلامی نظامِ تعلیم کی بنیادیں قرآن وسنت میں بیان کر دی گئی ہیں جن پر کسی بھی اسلامی ریاست کے نظامِ تعلیم کی تشکیل ضروری ہے۔بدوں اس کے نہ تو نظامِ تعلیم مثبت نتائج کا موجب ہو سکتا ہے اور نہ ہی ریاست کو فکری استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔
- مثالی نظامِ تعلیم میں مقاصد کی تعیین انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔اہداف کے تعین کے بغیر تمام تر کوششیں بے فائدہ اور لایعنی رہتی ہیں۔
- اسلامی نظامِ تعلیم کے مقاصد وہی ہیں جو شریعت کے دیگر احکام کے مقاصد ہیں۔ان میں پانچ امور یعنی دین، جان، مال، عزت اور عقل کا تحفظ شامل ہے۔
- ان مقاصد کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی نظامِ تعلیم کا مقصد طالب علم میں ان پانچ امور کے تحفظ اور دفاع کی صلاحیت پیدا کرنا ہے۔نیز اپنی صلاحیتوں کو خدائی رہنمائی کے مطابق استعمال کرنا بھی اہم مقصد ہے تاکہ ہر مقصد اور ہدف کا حصول عبادت کا رتبہ پائے نہ کہ اپنی خواہش کی تکمیل۔

حوالہ جات وحواشی

1 سورۃ الفتح48:28۔

2 فقہ سے مراد ایسا علم جس میں اُن شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔اس موضوع پر جو کتب لکھی گئیں ان کو فقہی کتب کہا جاتا ہے۔

3 جس کتاب کے مصنف نے صرف احادیث صحیحہ نقل کرنے کا التزام کیا ہو۔جیسے صحیح البخاری، صحیح مسلم۔

4 ایسی کتب حدیث جس میں احادیث کو کتب فقہیہ کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہو۔

5 سورۃ العلق96:1۔

6 سورۃ المائدۃ5:15۔

7 سورۃ النساء4:174۔

8 سورۃ الاعراف7:157۔

9 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، **تفسیر القرآن العظیم**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2014ء)، 2/56۔

10 سورۃ النساء4:174۔

11 الخطیب، عبد اللطیف محمد، **أوضح التفاسیر**، (مصر: المطبعۃ المصریۃ، 1989ء)1/117۔

12 ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، **تفسیر المظہری**، (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، 1412ھ)، 1/174۔

13 الرازي، ابو عبد اللہ محمد بن عمر، **مفاتیح الغیب**، (بیروت: دار صادر، 1978ء)، 23/379۔

14 السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، المحلی، جلال الدین، محمد بن احمد، **تفسیر الجلالین**، (کراچی: ایچ-ایم سعید کمپنی، 2001ء)، ص30۔

15 سورۃ البقرۃ2:254۔

16 سورۃ البقرۃ2:257۔

17 سورۃ الزمر39:9۔

18 ابن ماجۃ، محمد بن یزید، **السنن**، (ریاض: دار السلام2015ء)، أبواب كتاب السنة، بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ، رقم الحدیث:229۔

19 الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، **الموافقات**، (دمشق: دار الفکر، سن ندارد)، 2/32۔

20 ایضاً، 2/19۔

21 ابن ماجۃ، **السنن**، ابواب كتاب السنة، بَاب فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ، رقم الحدیث:229۔

22 تحفظِ دین، تحفظ جان، تحفظ مال، تحفظ عقل، تحفظِ نسل۔

23 مقاصد علم، تناظر علم۔